بِحَمْدِ اللّٰهِ تبَارَکَ وَتعَالٰی

یہ رسالہ مبارکہ جس میں داخلِ مسجد اذانِ خطبہ کے مکروہ وخلافِ سُنت ہونے کا روشن بیان ہے۔ اور عموماً ہر اذان کا خصوصاً اذانِ ثانی جمعہ کا بیرونِ مسجد سنتِ نبویہ وسنتِ صدیقیہ وسنتِ فاروقیہ ہونا کالشمس فی النہار روشن وعیاں ہے۔ اس نادر ونایاب رسالہ مقدسہ کے حضور رامپوری مولوی صاحبوں کا فتوائے خلاف واضح البُطلان ہے۔

مسمّٰی باسمِ تاریخی

# اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ لِقِیَامِ سُنَّةِ نَبِیِّ اللّٰهِ

از افادات

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام علامہ مولانا مفتی حامد رضا خان قادری برکاتی

رَحْمَةُ اللّٰهِ تعَالٰی عَلَیْه

مرتب

حضرت محبوبِ ملت مولانا مولوی حافظ قاری محب الرضا مفتی محمد محبوب علی خاں لکھنوی

رَحْمَةُ اللّٰهِ تعَالٰی عَلَیْه

ضروری نوٹ: یہ کتاب پہلی بار شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام علامہ مولانا حامد رضا خان قادری رَحْمَةُ اللّٰهِ تعَالٰی عَلَیْه کے نامِ گرامی سے شائع ہورہی ہے۔ اس کی تفصیل اس مجموعہ کے صفحہ ۵۷۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

سببِ تحریر

# یا فتّاحُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

گرامی برادرانِ اہلسنت وجماعت کثّرکم اللہ تعالیٰ وایدکم نصرًا عزیزًا۔ آج فقیر حقیر آپکی خدمت میں اذانیوں کا ایک فتوی معہ استفتاء پیش کرتا ہے۔ جس میں "مفتی"، مفتیوں نے اپنے خیال سے اعلیٰ درجہ کے دلائل پیش کئے ہیں جو قابل ملاحظہ ہیں اور اس کے بعد ہی آستان رضوی دارالافتاء بریلی کا وہ مبارک ومقدس مضمون ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ جس میں اذانیوں کے اس فتوے کی قلعی کھولی اور حقیقت واضح کی گئی ہے اور اس فتوے کی ہی عبارتوں سے مسجد کے اندر اذان کا مکروہ ہونا بیان فرمایا ہے۔ عجیب وغریب مضمون ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ مضمون افادات حضور پر نور مرشد برحق سیدنا اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ آقائے نعمت دریائے رحمت مجدّد اعظم دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین تاج الفحول الکاملین مولٰنا مولوی حافظ قاری الحاج مفتی شاہ علامہ عبد المصطفےٰ محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی آل رسولی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ جن کو اکابر علماء ومشائخ مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ نے اپنا امام وفرد پیشوا وشیخ اور اس صدی کا مجدّد مانا جن سے احادیث وسلاسل کی سندیں حاصل کیں۔ جن سے شرف تلمذ حاصل کرنے پر فخر کیا۔ ہندوستان کے صدر الافاضل واستاذ العلماء نے جن سے اجازتیں لیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں اس صدی کا مجدّد خلق فرمایا اور ان کے ذریعے اس دورِ پرشر وفتن میں دین پاک کا احیاء فرمایا۔ انہیں مسائل میں سے جن کی حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ کے ہاتھوں تجدید فرمائی گئی۔ ایک مسئلہ اذان ہے اور خاص اس مسئلہ میں حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے متعدد رسائل ہیں مثلاً شمائم العنبر فی محل النداء بازاء المنبر اور وقایۃ اہل السنۃ اور سلامت اللہ لاہل السنۃ اور اوفی اللمعۃ فی اذان

یوم الجمعۃ اور فیصلہ اذان کا حق نما فیصلہ وغیرہ وغیرہ جن کے جواب سے تمام اذا[illegible]
عاجز و مبہوت رہے اور ہیں اور رہیں گے اور عجز و ضد کا یہی کافی ثبوت ہے جو
اس رامپوری فتوے کا جواب پڑھ کر اس کی تمام کاروائیاں، چالبازیاں معلوم
کرکے واضح ہوگا۔ مگر انصاف و حق پسندی شرط ہے۔

سگ رضوی
فقیر حقیر محب غفرلہ ربہ

# اِستفتاء

## منجانب: مسلمینِ پیلی بھیت

سب مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ تمام ممالک مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و ہندوستان و خراسان و ترکستان و ایران و مصر و شام و روم وغیرہ میں تیرہ سو برس سے جمعہ کے روز خطیب کے قریب منبر کے سامنے اندر مسجد کے اذان دوسری واسطے خطبے کے کہی جاتی ہے اور کبھی اس کے خلاف کسی نے زبان نہیں کھولی. اب اگر کوئی عالم صاحب یہ فرمائیں کہ یہ اذان اندر مسجد کے مکروہ ہے کیسے مانی جائے. خیر انہوں نے اگر مکروہ کہا تو یہ ان کا اجتہاد ہے. افسوس اور رونے کی یہ بات ہے کہ اذان مسنون کو جو مسجد کے اندر کہی جاتی ہے وقت خطبہ کے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ بعض پیرو اُن کے گناہِ کبیرہ کہتے ہیں. ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کو مرتکب گناہِ کبیرہ کا کر دیا. اب ہم ایک فتویٰ علماء رامپور کا چھپوا کر آپ صاحبوں کے ملاحظہ کے واسطے پیش کرتے ہیں. اس فتوے میں صاف لکھا ہے کہ اذان خطبہ کی اندر مسجد کے مسنون ہے اور اسی طرح علمائے لکھنؤ وغیرہ کے چند فتوے آئے ہیں (مگر لکھنؤ وغیرہ کے فتوے صیغہ راز میں ہیں) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اذان ثانی خطبہ کی داخل مسجد قریب منبر کے جائز ہے یا نہیں. اگر ناجائز ہے تو کیا خارج از مسجد ہونا چاہیے اور آج تک علماء حنفیہ کا مختار مذہب حنفی کیا ہے اور اب علماء

کس طرح پر اذان ثانی خطبہ کی اپنی اپنی مساجد میں کہلاتے ہیں آیا اندر مسجد کے یا خارج از مسجد بَیِّنُوا بِالدَّلِیْلِ وَتُوجَرُوا مِنَ الْجَلِیْل ۔ فتوئی علمائے رامپور جزا ہم اللہ خیر الجزاء

**الجواب** وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی مُوَفِّقٌ لِلصِّدْقِ وَالصَّوَابِ اذانِ ثانی جو وقت بیٹھنے امام کے منبر پر واسطے خطبہ پڑھنے کے ہوتی ہے اور مسجد میں امام کے سامنے منبر کے پاس ہوتی ہے اور یہی طریقہ مسنون سلف و خلف کا ہے ۔ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِلٰی یَوْمِنَا ھٰذا مُرَوَّج چلا آتا ہے وہ مسجد میں امام کے سامنے منبر کے پاس ہوتی ہے اور اگر کسی نے اس کے خلاف کیا ہے تو اس کا علمائے محققین نے رد کیا ہے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ امر مجمع علیہ ساری اُمّت مرحومہ کا ہے ۔

عن معاذ ان عمر امر موذنین ان یؤذنا للناس الجمعۃ خارجا من المسجد حتی یسمع الناس وامران یؤذن بین یدی کما کان فی عھد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر ثم قال عمر نحن ابتدعنا لکثرۃ المسلمین ۔ انتہی (فتح الباری شرح صحیح بخاری)

اور چونکہ مشہور روایت ایجادِ اذان علی الذوراء حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے لہٰذا علامہ ابن حجر نے اس طرح تطبیق دی ویمکن الجمع بان الذی ذکرہ عطاء ھو الذی کان فی زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دامتم علی عھد عثمن ثم رأی ان یجعلہ اذانا وان یکون علی مکان عال فضل ذلک فنسب الیہ لکونہ بالفاظ الاذن وترک ماکان فعل عمر لکونہ مجرد اعلام انتھی ۔

عن الزھری کان بلال یؤذن اذ جلس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنبر فاذا نزل اقام وقد تقدم نحوہ فی مرسل

مکحول. قریبًا قال المھلب الحکمۃ فی جعل الاذان فی ھذا المحل یعرف الناس بجلوس الامام علی المنبر فینصتون لہ اذا خطب کذا قال وفیہ نظر فان فی سیاق ابن اسحٰق عند الطبرانی وغیرہ من الزھری فی ھذہ الحدیث ان بلالًا کان یؤذن علی باب المسجد علامہ ابن حجر اس شبہہ روایت ابن اسحٰق کا یہ جواب دیتے ہیں فالظاھر انہ کان لمطلق الاعلام لا لخصوص الانصات نعم لما زید الاذان الاول کان للاعلام وکان الذی بین یدی الخطیب للانصات انتھی. فتح الباری وایضًا فیہ فلتبین بما مضٰی ان عثمٰن رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ احدثہ لاعلام الناس بدخول وقت الصلوٰۃ قیاسًا علی بقیۃ الصلاۃ فالحق الجمعۃ بھا والقی خصوصیتھا بالاذان بین یدی الخطیب انتھی اور محقق علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فلما کان عثمٰن وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء کے ماتحت میں تحریر فرماتے ہیں کثر الناس ای المومنون بالمدینۃ وصار ذلک الاذان الذی بین یدی الخطیب لا یسمعہ، جمیع اھل المدینۃ قالہ ابن حجر اول ما ظھرت البدعۃ علی ما قیل انھا اول البدع وھو ترک التکبیر وھو الظاھر لاستبعاد سماع اھل المدینۃ جمیعھم الا الذی بین یدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام زاد ای عثمٰن النداء الثالث ای حدوثًا وان کان الواقعۃ اولًا ثم بعدہٗ اذان اخر قدیمًا مع الاقامۃ فی المفاتیح ای فامر عثمٰن ان یؤذن اول الوقت قبل ان یصعد الخطیب المنبر کما فی زماننا انتھی. وایضًا قال واما الذی نقلہ بعض المالکیۃ عن ابن القاسم عن مالک انہ فی زمنہ علیہ الصلاۃ والسلام لم یکن بین یدیہ بل علی المنارۃ ونقل ابن عبد البر عن مالک ان الاذان

بین یدی الامام لیس من الامر القدیم وما ذکرہ محمد بن اسحق
عند الطبرانی وغیرہ فی ھذا الحدیث ان بلالا کان یؤذن علی باب المسجد
فقد نازعہ کثیرون ومنھم جماعۃ من المالکیۃ بان الاذان انما کان
بین یدیہ علیہ الصلوۃ والسلام کما اقتضتہ روایۃ البخاری ھذہ
ولیس فی روایۃ البخاری مایقتضی شیئا من ذالک لکن یمکن الجمع
بین القولین بان الذی استقر اخر الامر ھو الذی کان بین یدیہ صلی
اللہ تعالی علیہ وسلم الاذان انتھی۔ وفی الدر المختار ویؤذن ثانیہ
بین یدیہ ای الخطیب قال المحقق الشامی ای علی سبیل السنیہ کما
یظھر من کلامھم انتھی۔ وھکذا فی الکتب المعتبرۃ الفقھیۃ کالکنز و
شروحہ وعالمگیری وغیرھا ھذا صورۃ الجواب والیہ المرجع والماب
فقط العبد المجیب محمد عبد الغفار خان مفتی عفی عنہ

محمد عبدالغفار خاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین
اصطفی وعلی من التزم متابعۃ المصطفی علیہ افضل الصلوۃ والسلام
وعلی الہ الکرام واصحابہ الرحماء امابعد۔ از جانب فقیر خادم بارگاہ احمدی
محمد سلامت اللہ عفی عنہ واضح ہو کہ ہمارے یہاں عمل درآمد اس پر ہے کہ جمعہ کے
دن اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے پاس مسجد کے اندر ہوتی ہے فقط

الراقم ابوالفضل سراج الدین محمد سلامت اللہ

جمعہ کے روز خارج مسجد جو اذان ہوتی ہے وہ اذان اول ہے جو زمانہ حضرت
عثمان میں مقام زوراء پر ہوئی ہے اور اذان ثانی جو خطبہ کے وقت ہوتی ہے۔
وہ تمام روایات فقہ اور روایات احادیث اسی پر متفق ہیں کہ امام کے سامنے

ہے اور روایات اور نصوص ظاہرہ شاہد ہیں کہ داخل مسجد جیساکہ علامہ مجیب نے نقل فرمایا ہے واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ خادم الطلبہ محمد منور علی عفی عنہ مدرس عالیہ درجہ حدیث شریف ریاست رامپور محمد منور علے

عمل اہل الحرمین الشریفین وجمیع امصار المسلمین

من عهده علیه السلام الی الیوم هو الاذان بین یدی الخطیب اذا صعد علی المنبر وعلی هذا جمیع مذاهب الاسلام ولا سیما المذاهب الاربعة فمن یبتغ ... غیر سبیل المومنین فلیتهم نفسه نسل الله العافیة۔ محمد طیب المکی عفی اللہ عنہ۔

صح الجواب: العبد محمد معز اللہ خاں عفی عنہ مدرس سوم مدرسہ عالیہ

اصاب واجاد فیما اجاب وانا فللّٰه در المجیب ثم اللہ دره محمد فضل حق مفتی عفی عنہ محمد فضل عفی عنہ

الجواب صحیح: احمد امین عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ عالیہ ریاست رامپور بقلم خود

معمول بہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے معہ صحابہ کرام وائمہ مجتہدین اذان ثانی وقت خطبہ قریب منبر نزد خطیب ادا کی گئی ہے اور اسی پر کل کا اجماع ہے۔ اور اجماع عند اہل السنۃ حجت ہے۔ علاوہ حدیث مذکورہ کتب فقہ مثل قدوری وکنز و شامی میں بھی اذان ثانی عند الخطیب مرقوم ہے علی باب المسجد کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے اور باب بمعنی محراب بھی مستعمل ہے لہذا جواب صحیح ہے۔ سردار احمد مجددی بقلم خود

المجواب صواب والمجیب مثاب فدای احمدم الحمد للہ

صد افسوس کہ زبان مادری والے جو اپنی زبان کے مالک و فاضل مسائل دین پر غور و فکر کرنے والے وہ کون اصحاب رسول اکرم اور تابعین و تبع تابعین وائمہ مجتہدین تھے بین یدی الخطیب و بین یدی المنبر کے معنی عند سے تعبیر کریں اور لیے قریب سمجھتے چلے آئے ہوں

جیساکہ قریب منبر کے اذان ثانی کارواج ہے اور اس وقت کے علماء متجر بھی کتب وحدیث وفقہ سے وہی معنی سمجھتے اور فتویٰ دیتے ہیں۔ اب تیرہ سو برس کے بعد ایک شخص اور اس کے پیرو یہ کہیں کہ اذان ثانی خطبہ خارج مسجد ہونا سنت ہے ورنہ گناہ کبیرہ ہے تو کیا کوئی عقلمند اس کو تسلیم کرے گا۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ بین یدی مصلی سترہ کہیں ہو مگر ہو سامنا اور امام کے پیچھے مقتدی صف باندھ کر کہیں ہوں مگر محاذ ہوں۔ بھائیو! خوب جانو یہ سنت زندہ کرنا نہ ہوگا بلکہ زندہ کو مردہ کرنا ہے اور ثواب کے بدلے عذاب مہیا ہے۔ فان ماراہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن۔

# المشتھــــــر

محمد نیاز گل خان متولی و مہتمم جامع مسجد پیلی بھیت و حکیم عبدالکریم خان

## ضروری گذارش

مسلمان بھائیو! اس فتویٰ اور اس کے مصدقین کے عبارات کو آپ نے پڑھا لیکن ابھی آپ کو نہیں معلوم کہ جناب مجیب نے ان عربی عبارتوں میں کیا کیا لکھا ہے۔ مسجد کے اندر اذان کہلوانے کے ثبوت میں لکھا ہے یا بیرون مسجد کے سنت ہونے کا بیان کیا ہے۔ عربی عبارتیں ہیں آپ کہتے ہوں گے کہ اگرچہ مفتی صاحب نے عجلت کی بناء پر ترجمہ نہیں کیا ہے مگر انہوں نے اپنے مدعا کو ہی ثابت کیا ہوگا اور اردو میں جو لکھا ہے وہ تو انہیں کے موافق ہے۔ لہذا اب آپ حضرات اس فتویٰ کا جواب اور فتویٰ کی عربی عبارتوں کا ترجمہ پڑھتے جائیں اور حق وانصاف پہچان کر حق کا ساتھ دیں۔

فقیر محب الرضا رضوی غفرلہ

# مسلمان بھائیوں کو اذان ثانی جمعہ کے باب میں تحریر خلاف کی فاحش غلطیوں پر ضروری اطلاع

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

## پہلا حصہ

الحمد للہ بفضلہ تعالیٰ تحریر خلاف سے خوب روشن ہو گیا کہ خلاف والوں کے
ھ میں مسجد کے اندر اذان کا کوئی ثبوت نہیں۔ نہ حدیث سے نہ فقہ سے اگر کچھ ہوتا تو
ں دن کے لئے اٹھار کھتے۔ مسلمانو! اتنا تو دیکھ لو کہ (۱) ادھر ہم نے سنن ابی داؤد شریف
ا صریح حدیث پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کی سنت اس اذان کا
م کے سامنے دروازہ مسجد پر ہونا ہے۔ وہ کوئی حدیث نہ لا سکے کہ حضور کی سنت اس
ان کا مسجد کے اندر ہونا ہے۔ (۲) ہم نے بارہ کتب فقہ حنفی کی صاف صریح عبارات مع
.جمہ و حوالہ صفحات پیش کیں کہ مسجد کے اندر اذان منع ہے وہ ایک کتاب کی

عبارت بھی نہ دکھا سکے کہ مسجد کے اندر حکم ہے (۳) مجیب کے سوا اوروں نے تو کسی کتاب کا ایک فقرہ تک نقل نہ کیا ہاں مجیب صاحب نے ایک شافعی عالم کی کتاب فتح الباری اور ایک مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ کہ کوئی فقہ کی کتاب نہیں اور ایک درمختار کی عبارت نقل فرمائی مگر افسوس کہ کسی کا ترجمہ نہ دکھایا جس سے ہمارے عام بھائی بھی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان عبارتوں میں ایک جگہ بھی تو اس کا نام تک نہیں کہ مسجد کے اندر اذان کا حکم ہے۔ عوام بھائی تو یہ دیکھیں گے کہ ادھر پون کالم کے قریب عربی عبارتیں لکھی ہوئی ہیں یہ انہیں کیا معلوم ہوگا کہ ان میں اذان کے اندر ہونے کا کہیں حکم نہیں۔ مسئلہ کا فیصلہ تو یہیں ہو گیا۔ حدیث وکتب فقہ حنفی کے مقابل ایک سند بھی نہ دکھا سکنا اور پھر حکم نہ ماننا بلکہ الٹا حکم دینا جو حالت رکھتا ہے مسلمان خود اندازہ کرلیں (۴) بھائیو جسے اعتبار نہ آئے ہم ایک سہل تدبیر بتاتے ہیں جو ہر انصاف والا فوراً قبول کرلے جناب مجیب کی خدمت میں عرض کیجئے کہ جہاں آپ نے مسئلہ لکھنے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے اتنی مہربانی اور فرمائیے کہ جتنی عبارتیں نقل کی ہیں ان کے وہ فقرے الگ لکھ کر ترجمہ یہ ہو کہ اذان مسجد کے اندر چاہیے جس میں خدا کو مان کر کچھ نمک مرچ اپنی طرف سے نہ ملائیے اور ساتھ ہی ان بارہ کتب فقہ کی عبارات و حدیث کا ترجمہ جو فتاوےٰ بریلی میں ہے یا تو اس کی نسبت لکھ دیجئے کہ وہ ترجمہ صحیح ہے یا اگر غلط بتلائیے تو ویسا ہی صاف ترجمہ ان کا بھی کر دیجئے۔ اگر وہ تمہاری یہ عرض قبول نہ کریں تو سمجھ جاؤ کہ معاملہ کیا ہے اور اگر مانیں تو ان سے لکھوا کر لو کہ ان عبارتوں کے یہ صرف خالص با محاورہ ترجمے ہیں وہ مہری ترجمے ہمیں دکھاؤ۔ اگر واقعی صاف خالص ترجمہ ہی ہوگا تو ہمارے عام بھائی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ حدیث میں دروازہ مسجد پہ ہونے کی صریح تصریح اور کتب فقہ میں مسجد کے اندر ہونے کی صاف ممانعت ہے اور ان کی عبارتوں میں مسجد کے اندر ہونے کا کہیں لفظ تک نہیں ملتا تو! یہ دین ہے ضد اور ہٹ اور

سخن پروری کا محل نہیں۔ دیکھو ہم نے جو تدبیر بیائی کتنا صاف فیصلہ ہے۔ اٹھو اٹھو اور جناب مجیب سے اسی مہری اقرار کے ترجمے لا دو۔ ابھی ابھی نہیں معلوم ہوا جاتا ہے کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت کیا ہے تمہاری کتب فقہ کا کیا حکم ہے اور بھائیو جسے بات کی پیچ اور ہٹ پر اڑا رہنا ہو کہ کاغذ پر دھوکے سیاہی لگی ہوئی قیامت میں اپنی نجات کو کافی مانے۔ اگرچہ صاف کھل گیا کہ اس میں حق چھپایا گیا اور کل کا بگ بنا ہے تو وہ جانے اور اس کا کام، اتنا یاد رہے کہ ایک دن اللہ و رسول کو منہ دکھانا ہے۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم (۵) بھائیو! ہم تمہیں بتائیں کہ ان عبارتوں میں کیا ہے سب میں بَیْنَ یَدَی کا لفظ ہے یعنی یہ اذان امام کے سامنے ہونا سنت ہے بھائیو! اس کا کسے انکار تھا کس نے کہا تھا کہ امام کی پیٹھ کے پیچھے ہو سامنے نہ ہو ہمارا فتویٰ دیکھ لو پہلے ہی جواب میں ہے کہ حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر ہوئی دوسرے جواب میں ہے چہرہ انور کے مقابل مسجد کے دروازہ پر ہوئی پھر ان عبارتوں سے دھوکا دینے کے سوا کیا حاصل ہوا۔ بھائیو! اسی لیے تو آپ کو ترجمہ نہ دکھایا (۶) بھائیو یہ تعجب نہیں کہ بات آدمی کی سمجھ میں نہ آئے مگر روشن بیانوں سے سمجھا دیا تھا کہ دیکھو حدیث میں بین یدی ہے اور ساتھ ہی علی باب المسجد یعنی چہرۂ انور کے مقابل دروازے پر ہوتی تھی۔ بس اس قدر بَیْنَ یَدَیْہ کے لیے درکار ہے اور نہ صرف حدیث بلکہ حضور اعلیٰحضرت مجدد اعظم دین وملت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فتوائے مبارک (مسمی باسم تاریخی اوفی اللمعۃ فی اذان یوم الجمعۃ وغیرہ ۱۳۲۰ھ) میں قرآن عظیم کی متعدد آیات سے بَیْنَ یَدَیْہ کے معنی واضح فرما دیئے تھے فرمایا تھا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ یہ ماضی ومستقبل متصل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اس میں داخل ہے (۲) یونہی ملائکہ کا قول

نقل فرمایا لہ ما بین ایدینا و ما خلفنا و ما بین ذٰلک یعنی اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے یہ تمام ماضی و مستقبل، حال سب کو شامل ہے۔ ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرائن حالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق مستفاد ہوتا ہے نہ اتصال کہ خواہی نخواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو قال اللہ تعالیٰ وھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمۃ حتیٰ اذا اقلت سحابا ثقالا سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء یعنی اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتی۔ بارانِ رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب انہوں نے ابھارے بوجھل بادل ہم نے اسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اتارا اس سے پانی۔ بین یدی نے قرب مطر کی طرف اشعار فرمایا۔ مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معًا اترے بلکہ ہوائیں چلیں اور بادل اٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے و قال تعالیٰ ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید ہ یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو نہیں مگر تمہیں ڈرسانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔ آیت نے قرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے پھر اس کا قرب اس کے لائق ہے (تیرہ سو سینتیس اور اب تیرہ سو پنتالیس) برس گزر گئے (اللہ اب تیرہ سو چھیاسٹھ ہو گئے) اور ہنوز وقت باقی ہے۔ پس جو اذان در مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذات امام میں دی جائے اس پر ضرور بَیْنَ یَدَیْ صادق ہے انتہی۔ حضور پر نور سیدنا اعلحضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان آیات کریمہ سے ان کے بہت امثال کی طرف متنبہ فرما دیا تھا جو قرآن عظیم میں بکثرت ہیں یہ فتوی بھی جناب مجیب نے دیکھا اور افسوس کہ آیات قرآنیہ کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ قرآن و حدیث سب کے خلاف وہی اپنی ضد رکھی کہ بین یدیہ کے معنی متصل کے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون (۷) مسلمانو آخر فتوائے

مطبوعہ ہیں جو ہم نے علماء سے پانچ سوال اضافہ کئے تھے۔ الحمدللہ وہ ان تمام باطل خیالات کے رد کو پہلے ہی حاوی ہو لئے تھے۔ جناب مجیب اور ان کے معترضان مجیب نے جو جو بے معنی شبہے پیش کئے ان سب کا پیشگی رد ان سوالات میں موجود ہے جب تو حضرات نے ان کے جواب سے پہلو تہی کی حق پرستی تو یہ تھی کہ پندرہ سوالات کا رد وہ

پندرہ سوال یہ ہیں (۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر (۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی (۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں (۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اس پر عمل لازم ہے یا رسم و رواج پر اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کی پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا (۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو۔ (۶) مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف، اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات دربارۂ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنوں کے فعل اگرچہ خلاف شریعت و حدیث و فقہ ہوں (۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں، اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا مردہ سنت اس وقت مردہ کہلائے گی۔ جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی (۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں۔ اگر ہے تو کیا اس وقت

ان پر یہ اعتراض ہوسکے گا۔ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے اگر یہ اعتراض ہوسکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی۔ ۹۔ جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اس کی فصیل پر کھڑے ہوکر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں ۱۰۔ جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہیے امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو بینوا توجروا۔ یہ دس سوال مستفتی کی جانب سے مرکزی دارالافتاء بریلی شریف میں پیش ہوئے جن کے جوابات حضرت مفتی صاحب نے دیئے اور جوابات کے بعد آخر میں تحریر فرمایا: "مسلمان بھائیو! یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں۔ دیکھ لو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کیا ہے۔ تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔ حضرات علمائے اہلسنت سے معروض حضرات احیائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمایئے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے آپ کے رب کا حکم ہے تعاونوا علی البر والتقوی اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں ہے۔ بے تکلف بیان حق فرمایئے اور اس وقت لازم ہے کہ ان دسوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں، اور ان کے ساتھ ان پانچ سوالوں کے بھی ۱۱۔ اشارت مرجوع ہے یا عبارت اور ان میں فرق کیا ہے ۱۲۔ کیا محتمل صریح کا مقابل ہوسکتا ہے ۱۳۔ تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے ایک استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشا بھی غلط ۱۴۔ حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے ۱۵۔ قرآن مجید کی تجوید فرض ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا سب ہندی علماء اسے بجا لاتے ہیں یا سو میں کتنے؛ بینوا توجروا

یہ سوالات مع ان دس سوالات مستفتی کے جوابات کیساتھ بارہا بریلی شریف

سے شائع ہوئے ملک میں پھیلے اور اب بھی جسے وہ مبارک فتویٰ دیکھنا ہو فتاویٰ رضویہ جلد دوم اور احکام شریعت حصہ دوم اور علمائے دین کے متفقہ فتاوے ملاحظہ کرے گا آج تک کسی اذانی نے ان پندرہ سوالوں کا جواب نہ دیا اور نہ اذانیوں میں ان سوالات کے جواب دینے کی ہمت ہے۔ ضد اور ہٹ دھرمی کا علاج نہیں "محب غفرلہ"

جواب ہم نے مانگا تھا منصفانہ ان کا جواب دیتے پھر اگر کوئی شبہہ بچ رہتا اسے پیش کرتے مگر بچتا کہاں سے بفضلہ تعالیٰ ہم نے پہلے ہی ان کے احتمالی خیالات کا احاطہ کر لیا تھا پھر ان کا جواب دینے کے بعد کچھ خلاف نویسی کی گنجائش کہاں رہتی لہٰذا میر بھری کتراتے ہی بنی۔ یقین نہ آئے تو اب سے پندرہ سوالوں کے صاف صاف جواب بے ہیر پھار دے کر اس آئینہ میں اپنی تحریر دل جواب د تصدیقات سب کا منہ دیکھ لیجئے۔ اگر ایک شبہہ بھی بچ رہے تو گلہ کرنا۔ اب میں یہ دکھاؤں کہ اسقدر ناانصافیاں اوڑھ کر بھی (باستثنائے جناب مولٰنا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب دامت فیضانہم) جناب مجیب و مقرظان عجیب نے سنت کے مٹانے عوام کو بہلانے کو کیا کچھ ناگفتنی چالیں چلیں۔ مولٰنا شاہ سلامت اللہ صاحب کی عمر عزت مذہب اہلسنت و دفع شیاطین کفر و بدعت میں گذری۔ اس کی برکت نے انہیں محفوظ رکھا کہ نہ فقہ کو کایا پلٹ کیا نہ ائمہ پر بہتان لیا نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر افترا اٹھایا۔ نہ عبارات میں اپنی سمجھ اندھے مطلب کا رنگ دکھایا۔ انہوں نے یہ بھی نہ فرمایا کہ زمانہ اقدس میں کیا تھا یہ بھی نہ فرمایا کہ کتب فقہ میں منع یا حکم نہیں لکھا صرف اتنا ذکر تھا [illegible] یا [illegible] علماء نے [illegible] اس پر [illegible] بالکل صحیح ہے اور عبارت بھی کسی کو خط کے انداز میں لکھی کہ اما بعد از جانب فقیر سلامت اللہ واضح ہو تاکہ تصدیق فتویٰ کے رنگ سے الگ رہے۔ جہاں مخالفین علماء کے رسائل کو کیا سمجھیں بلکہ خدا

انصاف دے تو حضرت مولانا نے سمجھ والوں کو حکم جان لینے کا راستہ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حدیث و فقہ کی بحث تھی۔ حضرت مولانا ان سے ضد رکھتے تو ضرور لکھتے مگر ان کے دین و دیانت ان کے صدق و امانت نے انہیں جھوٹ بولنے، افترا گھڑنے، دھوکے دینے سے بچایا۔ فقط اپنے یہاں کے عملدرآمد کا ذکر فرمایا یعنی اے سنّیو! دین و عقل رکھتے ہو تو سمجھ لو کہ حدیث و فقہ کا اعتبار ہے یا اپنے عملدرآمد کا الحق عالم حقانی کی شان یہی ہے کہ اگرچہ کسی وجہ سے کچھ کرے مگر شریعت پر غلط افترا نہیں باندھتا و للہ الحمد اور حضرات نے جو جو خرقِ انصاف کیے ان کی اجمالی فہرست عرض کروں۔

سلف[۱] پر افترا، ائمہ[۲] پر افترا، محققین[۳] پر افترا، روایات[۴] پر افترا، نصوص[۵] پر افترا محمد رسول اللہ[۶] صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم پر افترا، عبارات[۷] میں قطع برید، بلکہ مردود[۸] سے سند لانا اور رد کو الگ چھپانا، دلیل[۹] و رد میں تمیز نہیں، حکم[۱۰] و بحث میں امتیاز نہیں جزم[۱۱] و امکان میں فرق نہیں، مانع[۱۲] و متدل کی پہچان نہیں، راوی مجہول و متروک کی شناخت[۱۴] نہیں صریح و محتمل کا ادراک نہیں، عبارت[۱۵] و اشارات کی معرفت نہیں مفید[۱۶] و مہمل میں تفرقہ نہیں بلکہ مضر[۱۷] و نافع کی سمجھ نہیں، محض[۱۸] منہ زوری سے بے معنی حدیث کی تحریف، حنفی[۱۹] کہلا کر فقہ حنفی کے مقابل ایک شافعی عالم سے استناد اور وہ بھی نرا خرط القتاد۔ کثیر[۲۰] کتب فقہ کے رد کو ایک غیر فقہی کتاب سے استناد اور وہ بھی محض بے بنیاد۔ میں ان بیسوں باتوں کا ثبوت پیش کروں اس سے یہ بہتر کہ ان شاء اللہ الکریم خود ان صاحبوں کے منہ منوالوں، میرے پندرہ سوال پہلے کے ہیں، آگے چلوں اگر یہ پھر چار سوالوں کے جواب دے تو بعونہ تعالیٰ سب دیکھ لیں گے کہ وہ بیسوں باتیں کیسے روشن طور پر ثابت ہو گئیں اور کھل گیا کہ حضرات نے اس تحریر میں کیسی دین و دیانت کو پیٹھ دی اور اگر پہلے کی طرح اڑان گھائی سے کام لیا تو الحمد للہ میں حق واضح کر چکا۔ و للحمد للہ رب العلمین۔

جناب مولنا مولوی عبدالغفار خان صاحب السلام علیکم۔ مزاج شریف۔ جناب کے مصدقین میں جو دیوبندی وغیرہ مقلد صاحبان ہیں آپ ہی کے صدقہ میں انشاء العزیز ان کی بھی خبر لی جائے گی۔ ورنہ میں پہلے ہی فتوے میں حضرات علمائے اہلسنت کی تخصیص کرچکا۔ زیادہ عرض آپ سے ہے اور یوں بھی کہ آپ ہی اصل مجیب ہیں، اور یوں بھی کہ عبارتیں آپ ہی نے پیش کی ہیں جن سے عوام سمجھیں کہ آہا کتاب سے کہہ رہے ہیں سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ کی تحریر اگر چھپی نہ ہوتی تو میں ہرگز آپ کے اغلاط شائع نہ کرتا۔ کاش آپ حساب دوستاں در دل پر نظر رکھ کر مجھ سے باہم طے کر لیتے مگر جب آپ کی تحریر چھپ چکی تو رد شائع نہ کرنے میں گمراہی عوام ہے لہٰذا مجبوری ہے۔ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اس تحقیق امرونہی کو قاطع محبت قدیمہ نہ ٹھہرائیے۔ الحمدللہ آپ بھی سنی میں بھی غرض سنی سنی فقہی اختلاف ہوا ہی کرتے ہیں، ہاں آپ نے بعض وہابیہ کی خواہش کے مطابق خلاف ظاہر کیا اور انہیں مدد دی اور باہم طے ہونے سے پہلے چھپوا دی یہ ضروری غلطی ہوئی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

تین سوال ابتدائی، قبل اس کے کہ بعونہٖ عزوجل ان سوالات کا سلسلہ شروع کروں جن سے دعوی علم و دیانت کی آنکھیں کھلیں، پہلے تین سوال عرض کروں جن کو ہمارے عوام بھائی بھی سمجھ لیں۔ پھر تو انشاء اللہ تعالیٰ علم کا میدان ہے اور ہمارے قلم کا جولاں وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان۔

سوال ۱۔ جو حدیث موقوف اور شروح بخاری و مشکوٰۃ کی عبارتیں آپ نے پیش کیں، یہ بعونہٖ تعالیٰ آگے دکھاؤں گا کہ وہ حدیث کیسی ضعیف اور ان عبارتوں میں آپ نے کیا کیا کارروائی کی اور کیسی خوش فہمی برتی، تھوڑی دیر کو ان تمام قاہر اعتراضوں سے قطع نظر ہی سہی تو آپ کو حق دوستی کی قسم ایمان ایمان سے کہنا اگر آپ ایک مسئلہ پر صحاح کی حدیث مرفوع اور بارہ کتب فقہ حنفی کی صریح تصریحیں لکھیں جن میں صاف صاف

حکم مسئلہ لکھا ہو اور ایک شخص آپ کے خلاف مسئلہ بتائے اور اس پر ایک عبارت فقہ بھی نہ لا سکے صرف غیر صحاح کا ایک اثر موقوف اور دو شروح حدیث کی ایک جملا عبارت جس میں حکم مسئلہ کی کہیں تصریح نہیں، سامنے لائے تو کیا یہ منصفوں کے نزدیک جواب ہو گیا یا عقل و علم و دیانت سب کو جواب کیا جو عوام لیسے مقابلہ پر کود یں اور فتوی کے جواب میں فتوی سمجھیں وہ احمق بدعمل دہٹ دھرم ہیں یا نہیں۔

سوال ۱۲ مسئلہ اشارہ میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ارشادات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں آپ کی نظر سے ضرور گذرے ہوں گے جن میں صراحۃ" اقرار فرمایا ہے کہ دربارۂ اشارہ بہت حدیثیں ہیں اور نوادر میں امام محمد رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی اسے مانا اور اسے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا بھی قول بتایا اور علمائے حنفیہ نے اس پر فتوی بھی دیا تو حدیثوں میں بھی ہے، فقہ میں بھی ہے، فتوے میں بھی ہے، بایں ہمہ صرف اس وجہ سے کہ ظاہر الروایۃ میں نہیں اس پر عمل جائز نہ رکھا اور فرمایا ہم مقلدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کر کے اس پر جرأت کریں اب اسے اپنے مسئلہ سے ملا دیکھیں نہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم سے نام کو ایک حدیث، نہ نام کو کسی کتاب فقہ میں حکم بھلا فتوی تو بڑی چیز ہے پھر آپ کو کیونکر حلال ہوا کہ برخلاف تصریحات فقہ ایک اثر موقوف اور دو شروح حدیث کی عبارتیں دکھائیں، ان میں بھی ایک شافعی المذہب کی اور ان کے سبب تمام تصریحات کتب فقہ کو پیٹھ پیچھے ڈال دیں اور پھر آپ کی مقلدی برقرار۔

سوال ۱۳۔ اشارہ درکنار امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے میں کتنی صحاح احادیث ہیں، حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا جی پڑھنے کو چاہتا تھا مگر محض اس وجہ سے کہ فقہ حنفی کے خلاف ہے نہ پڑھتے اور فرماتے "نقل از مذہب الحادست" مذہب سے عدول کرنا ملحد کا کام ہے دیکھو حضرت کا رسالہ "مبدأ و معاد" کیا آپ بارہ کتب

فقہ حنفی کے خلاف ایک اثر موقوف در شرح حدیث پیش کر کے مقلدیت و مجددیت دونوں کو استعفا دینا گوارا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کہیں یہ فتوے آپ کے نام سے کسی وہابی نے تو نہیں لکھ دیا بہر حال کچھ بھی ہو اب ذرا آپ حضرات سنبھل کر ہوشیار ہو جائیں کہ قاہر سوالات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔
۶۔ ربیع الاول شریف روز جان افروز دوشنبہ مبارکہ ۱۳۳۲ھ

## دوسرا حصہ بنام تاریخی (سوالات قاہرہ) در زبروبینات

سوال ۱۹۔ آپ نے فتح الباری سے ایک اثر موقوف منسوب بامیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا اور فتح الباری میں جو اس کا حال بتایا تھا تو یہ کیسی کتاب میں ہے اور خود کیسا ہے سب حذف فرما دیا۔ جناب اگر فتح الباری کی پوری عبارت نقل فرماتے یا اس اثر ہی کے معنی سمجھتے تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم مروی کتاب صحاح کے مقابل اسے پیش کرتے شرم فرماتے نہ وہ حدیث ابو داؤد کے مقابل ہو سکتا ہے نہ اس میں کوئی حرف اس سنت کے خلاف نہ آپ کو مفید غرض نہ روایۃً مقبول نہ درایۃً معقول مگر حدیث صحاح وفقہ حنفی دونوں کا رد ضرور۔ اولاً کیا عبارت فتح الباری کا آغاز یہ نہ تھا کہ فی تفسیر جویبر عن الضحاک عن زیادۃ عن برد بن سنان عن مکحول عن معاذ آپ نے عن معاذ سے عبارت شروع کی اور اوپر کے حلے چھوڑ دیے جن سے واضح تھا کہ یہ روایت تفسیر جویبر کی ہے اور تفسیر جویبر بہت نامعتبر کتاب ہے۔ آپ کو نہیں معلوم کہ ائمہ نے جویبر کو شدید الضعف متروک کہا ہے اور راوی من دونہ ہے تو اس کی تعین پھر توثیق آپ پر تھی کیا احکام میں مجہول یا مجروح سے احتجاج جائز ہے۔

یہ آپ کی پہلی قطع برید ہوئی۔

سوال نمبر۲۰ ثانیاً کیا فتح الباری میں اس عبارت کے متصل یہ الفاظ نہ تھے وھذا منقطع بین مکحول و معاذ یہ روایت مکحول و معاذ کے درمیان منقطع ہے۔ فتح الباری میں جو اس پر صریح جرح فرمادی تھی یہ بھی آپ نے حذف فرمادی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ روایت منقطع جب حدیث متصل مُسند کے معارض ہو بالاتفاق مردود ہے یہ دوسری قطع برید ہوئی۔

سوال ۲۱ ثالثاً اسی پر بس نہیں اس کے متصل ہی فتح الباری میں اس روایت کی صاف بے ثبوتی بیان فرمادی تھی کہ ولا یثبت یہ روایت ثابت نہیں جناب نے اسے بھی اڑا دیا یہ تین قطع بریدیں ہوئیں۔

سوال ۲۲ رابعاً فتح الباری نے تاریخی واقعات سے وہیں اس کی بے ثبوتی کا ثبوت دیا تھا کہ لان معاذاً کان خرج من المدینۃ الی الشام فی اول ما غزوا الشام واستمر الی ان مات الشام فی طاعون عمواس۔ یعنی شروع خلافت صدیقی میں ملک شام پر جہاد کا آغاز ہوا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جہاد میں مدینہ طیبہ سے شام کو چلے گئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ طاعون عمواس میں شہید ہوئے۔ انہوں نے خلافت فاروقی میں مدینہ طیبہ دیکھا ہی نہیں کہ یہ روایت بیان فرماتے جناب نے اسے بھی اڑا دیا یہ چار قطع بریدیں ہوئیں۔

سوال ۲۳ خامساً اس کے متصل ہی فتح الباری میں تھا وقد تواردت الروایات ان عثمان ھو الذی زادہ فھو المعتمد یعنی اور بیشک پے در پے روایات آئی ہیں کہ پہلی اذان امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے زیادہ فرمائی تو اسی پر اعتماد ہے کیا انہوں نے نہ بتایا کہ یہ روایت نہ فقط شاذ بلکہ منکر و

ناقابل اعتماد ہے۔ جناب نے اسے بھی اڑادیا۔ یہ پانچ قطع برید یں ہوئیں شاید جناب کے خیال میں یہ تھا کہ فتح الباری دنیا میں آپ ہی کے پاس ہے۔

سوال ۲۴ ساد سگا مولٰنا ان تمام قطع بریدوں سے آپ نے فائدہ کیا پایا نہایت یہ کہ ایک اثر ضعیف ناثابت بن کر غیر معتبر کو ثابت و معتبر ٹھہرالیں اچھا یوں ہی پھر حاصل تو بتایئے اس میں کون سا حرف مسجد کے اندر اذان ہونے کا ہے۔ اگر بین یدیہ لیجئے تو یہ وہی وہم بے اصل ہے جسے خود قرآن عظیم کی بکثرت آیات کریمہ رد فرمارہی ہیں۔ اور اگر یہ کہیے کہ امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دو موذنوں کو حکم فرمایا کہ مسجد سے باہر اذان کہیں تو اس سے یہ سمجھا کہ دوسری اذان مسجد کے اندر ہے۔ مفہوم مخالف ہوا اور وہ بھی سب میں ضعیف، سب میں ردی، مفہوم لقب جسے حنفیہ تو قطعاً مانتے ہی نہیں۔ صرف بعض حنابلہ قائل ہوئے۔ یا دقاق شافعی یا مند اد مالکی دیس اور کتب حنفیہ میں اس پر یہاں تک انکار فرمایا کہ مفہوم لقب مانا جائے تو معاذ اللہ کلمہ طیبہ کفر ہو جائے (دیکھو توضیح تلویح وغیرہ کتب اصول) تو کیا حدیث صریح صحاح و تصریحات کتب معتمدہ فقہ حنفی کے رد کو ایک ایسی پوچ لچر بات کا دامن پکڑنا ایک حنفی کو زیب دیتا ہے

سوال ۲۵ سالگا مولٰنا یہ تو ایسی صاف بات تھی کہ ایک جاہل سے پوچھئے تو وہ بھی بتادے مثلاً بادشاہ دیوان خانہ میں ہو اس کا بیرونی دروازہ بالکل محاذات میں ہے جہاں سے چوبدار حاضران دربار کو لاتا اور نگاہ روبرو عرض کرتا ہے تین سفیر آئے ہیں ایک دروازہ تک پہنچا دو ابھی باہر ہیں۔ اس وقت بادشاہ انہیں پوچھے تو کیا نہ کہا جائے گا۔ ایک حضور کے سامنے ہے اور دو باہر حاضر ہیں یا فارسی میں یکے پیش روئے منورست، دو بیرون دربار، یا عربی میں احدھم بین یدی الملک و اثنان خارج الحضرۃ۔ کیا

کوئی عاقل اس سے یہ گمان کرے گا کہ یہ جسے بین یدی کہا جوفِ مکان میں ہے،
دروازۂ محاذی پر نہیں۔
سوال ۲۶ ثامناً مولٰنا آپ نے اندر باہر کے محاورات پر نظر کی نہ ہی یہی جانا
کہ اذان کس معنی پر باہر ہے کیا مسجد کے دو اطلاق نہیں۔ ایک موضع صلاۃ فصلیں
دیواریں، دروازہ سب اس معنی پر مسجد سے خارج ہیں اور اس کے توابع۔ دوسرا
چار دیواری مسجد مع مافیہ۔ ایں معنی وہ سب داخل مسجد ہیں۔ کیا خود قرآن عظیم
میں یہ دونوں محاورے موجود نہیں۔ انما یعمر مسجد اللّٰہ من اٰمن باللہ
یہ بنا پر موقوف نہیں دیکھو حدیث ترمذی و ابن ماجہ عن ابی سعید الخدری
رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلی اٰلہٖ
وسلم لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسجد ہدم بناہی کے
لیے ہے یعنی دوم وہ اذان جدید خارج مسجد تھی اور اذان بین یدیہ
داخل۔ مگر بمعنی اول خارجِ مسجد تھی۔ اور اسی قدر اس سے درکار ہے بلکہ یہاں
تیسرا اطلاق اور ہے۔ فنائے مسجد کو بھی مسجد کہتے ہیں۔ لہٰذا منارہ پر جو اذان ہو
اسے یہی کہیں گے چلو مسجد میں اذان ہوئی یہ کوئی نہیں کہتا کہ چلو مسجد کے باہر
اذان ہوئی۔ بدائع پھر رد المحتار میں ہے لو صعد ای المعتکف
المنارۃ لم یفسد بلا خوف وان کان بابہا خارج المسجد
لانہا منہ لانہ یمنع فیہا من کل مایمنع فیہ من
البول ونحوہ فاشبہ زاویۃ من زوایا المسجد اب تو
امر بہت واضح ہے مگر فقہ کے لیے سمجھ درکار ہے مولٰنا مستدل بننا
ذرا کارے دارد اور وہ بھی حدیث صحاح و فقہ حنفی دونوں کے رد کو۔
سوال ۲۷ تاسعًا ہمیں احتمال ہی کافی تھا نہ کہ خود آپ کی پیش کردہ روایت

میں خارجاً من المسجد کے ساتھ حتی یسمع الناس موجود ہیں نے کھوادیا کہ خارج مسجد بیرون حدود مسجد مراد ہے کہ دور والوں کو آواز پہنچے جس طرح امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زوراء پر دلوائی کہ مدینہ طیبہ کے بازار کا نام ہے۔

سوال ۲۸ عاشراً کیا ہمارے فتوائے اول میں امام ابن الہمام کا کلام نہ دیکھا کہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ ان تمام رہنماؤں کے بعد بھی اس اثر سے اذان ثانی کو جوف مسجد میں ٹھہرالینا ری ڈھینگا مشتی کے سوا کیا ہے آپ کے تمسک بالاثر کے ابطال دیلے اثر کرنے کو تلک عشرۃ کاملۃ مبارک۔

سوال ۲۹ مولنا آپ نے اس اثر ضعیف ومنکر ونا معتبر کی حالت دیکھی کہ اس میں بھی ایک حرف تک مسجد کے اندر اذان ہونے کا مفید نہیں۔ بے ذکر ہی آپ کے ہاتھ میں بھاؤ بھی گیا۔ اب تو فرمایئے کہ آپ کا فرمانا "اذان ثانی مسجد میں ہوتی ہے یہی طریقہ زمانۂ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر افترا ہوا یا نہیں؟

سوال ۳۰۔ افترا تو یہ بھی تھا کہ جس بات کا ثبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے نہ ہوا سے حضور کی طرف بالجزم نسبت کر دیا کہ نہ جس کے خلاف کا ثبوت ہوا ب یہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ڈبل افترا ہوا یا نہیں؟

سوال ۳۱۔ آپ خود جانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر افترا کیسی سخت شدید اعظم آفت ہے۔ میں نہیں کہتا کہ آپ قصداً اس کے مجوز ہوئے ہوں معاذ اللہ یہ تو وہابیہ کی شان ہے۔ عاقل سا بابل سنی بھی اسے روا نہ رکھے گا۔ آپ تو ماشاء اللہ سنی عالم ہیں۔ مگر عجلت کاری وغلط فہمی اور اللہ ورسول معاف فرمانے والے ہیں۔ لہٰذا حق دوستی کے لیے بہت

منت سے معروض کہ اب مطلع ہو کر توبہ فرمایئے اور جس طرح اس کا وقوع علانیہ ہوا چھپ کر بٹا تو یہ بھی چھاپ کر بانٹیے کہ ہمارے آپ کے مولائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے۔ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیہ خفیہ گناہ کی توبہ خفیہ اور علانیہ کی توبہ بھی علانیہ کیا جناب کی حق پرستی سے امید نہ ہو کہ آپ اس سے انکار اور اس پر اصرار نہ فرمائیں گے۔ دیکھئے آپ کا رب عزوجل فرماتا ہے لم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون۔

سوال ۳۲ فتح الباری میں یہاں اس کی بحث ہے کہ اذان اول امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زائد کی یا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان ثانی کے اندر باہر ہونے کا یہاں کچھ ذکر نہیں۔ ابن حجر وہ اثر اس کے بیان کو لائے کہ برخلاف روایات مشہورہ ایک اثر میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زائد فرمانا آیا پھر اس اثر کا رد کیا۔ پھر عطا سے اس کی تائید نقل کی پھر اس کا رد کیا پھر تطبیق نکالنی چاہی جسے آپ نے نقل کیا جس کا حاصل یہ کہ ممکن ہے زمانہ فاروقی میں اذان سے پہلے کوئی اعلان بے اذان ہوتا ہو اور یہی ابتدائے خلافت ذی النورین میں رہا۔ پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بالفاظ اذان کر دیا ہو۔ فرمایئے اس کلام کو اس مسئلہ سے کیا علاقہ۔ پھر اس کا لانا، سطریں بھرنے اور عوام کو یہ وہم دلانے کے سوا کیا ہے کہ آہا سطریں عربی عبارتوں کی ہیں یہ آپ کی پہلی بھرتی ہے۔

سوال ۳۳ پھر یہاں فتح الباری نے مہلب سے نقل کیا کہ اذان ثانی یہاں اس لئے رکھی گئی کہ لوگ جان لیں کہ خطیب منبر پر بیٹھا تو خطبہ کے وقت خاموش سنیں۔ پھر اسی روایت میں اسحق اعنی حدیث ابو داؤد بحوالہ طبرانی وغیرہ سے اس کا رد کیا کہ یہ اذان تو دروازہ مسجد پر ہوتی تھی تو ظاہر یہ ہے کہ مطلق اعلام کے لیے تھی نہ اس

چپ کرنے کو ذرا خدا کو مان کر اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت ایک نظر بھر دیکھ لیجئے کہ امام ابن حجر تو اس روایت ابن اسحٰق کو حجت بنا رہے ہیں اس کی سند سے مہلب کا قول رد کر رہے ہیں کہ فیہ نظر فان فی سیاق ابن اسحٰق کان یؤذن علی باب المسجد فالظاھر انہ کان لمطلق الاعلام لا لخصوص الانصات اور آپ عین استدلال میں نتیجہ کو دلیل سے توڑ کر علی باب المسجد پر ختم کرتے اور فالظاھر کو جو اس روایت ابن اسحٰق پر تصریح تھی اسی کا رد ٹھہرائے دیتے ہیں کہ فرماتے ہیں "علامہ ابن حجر اس شبہہ روایت ابن اسحٰق کا یہ جواب دیتے ہیں فالظاھر انہ کان لمطلق الاعلام انا للہ وانا الیہ راجعون مولانا اگر سمجھ کی یہ حالت ہے کہ نتیجہ کو دلیل سے جواب دلیل کا رد ٹھہرایئے تو سوبار انا للہ وانا الیہ راجعون مولنا میں جانتا ہوں کہ ایسے فاحش ناسمجھی پر اگر آپ کا کوئی کافیہ خواں طالب علم اڑے تو شاید اس پر سخت غضب کی قمچی پڑے پھر آپ سے عجیب اور کر رہا عجب اور جب آپ ہی ایسی ٹھوکریں کھائیں تو آپ کے فتوے پر تصدیقیں کرنے والوں سے کیا شکایت کہ وہ تو آپ ہی کی ہاں جی بجالائے ہیں منطقیوں، فلسفیوں کو بھی نہ سوجھی کہ کیا اندھیر کھاتا ہے۔ یوں خالی زٹلیات میں بال کی کھال نکالنے کا دعویٰ ہے۔

سوال ۳۵ جانے دیجئے یہ صریح باطل حد عبر کی ناسمجھی ہی اوڑھ لیجئے کہ ابن حجر فالظاھر سے روایت ابن اسحٰق کا جواب دے رہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر آپ کا افتراء اب بھی ثابت رہا۔ آپ جو آخر ابن حجر سے سند لائے ہیں ابن حجر حدوث اذان اول تک علی باب المسجد کو مسلّم رکھتے اور اس کی وجہ قصد اعلام بتاتے ہیں تو ثابت ہوا کہ صدر خلافت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک اذان خطبہ بیرون مسجد ہی ہوا کی تو مسجد میں ہونے کو آپ کا فرمانا کہ "یہی

طریقہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے چلا آتا ہے" آپ ہی کے منہ، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پر افترا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر افترا ہوا یا نہیں۔

مولنا قصور معاف۔ آپ بھی شیروں سے شکار چھیننے چلے ہیں غرض یہ جناب کی تیسری بھرتی تو اور الٹی چھری ہوئی۔ رہا انصات و اعلام کا خرخشہ اسکی سنئیے۔

سوال ۳۶ اولاً کیا جناب حنفیت کو بالکل استعفیٰ دے بیٹھے جو ایک عام غیر حنفی سے نقل کرنے چلے کہ اذان ثانی اعلام کو نہیں اور آپ کے کتب مذہب میں صریح تصریح ہے کہ وہ بھی اعلام کو ہے۔ ہدایہ وکافی وتبیین وعنایہ و بحر و درمختار وغیرہا میں ہے واللفظ للبحر تکرارہ مشروع کما فی اذان الجمعۃ لانہ لاعلام الغائبین فتکریرہ مفید لاحتمال عدم سماع البعض۔ شرح تنویر میں ہے (الاذان اعلام مخصوص)، لم یقل بدخول الوقت یعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب۔

سوال ۳۷ ثانیاً۔ کیا اعلام بعد اعلام ناممکن ہے یہ تو خلاف اجماع امت ہے، ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ ثبوت اعلام بعد اعلام ہے اور علمائے امت کے اس میں دو قول ہیں مکروہ یا مستحب اور دونوں فرع وجود ہیں۔ محال نہ مکروہ ہوسکتا ہے نہ مستحب تو بالاجماع اذان ثانی بھی اعلام ہے۔ اب ایک غلط بات کی اتباع میں نہ صرف حنفیت کا خلاف بلکہ اجماع کا خرق ہوگا۔ کیا آپ نے حدیث اتقوا زلۃ العالم نہ سنی۔

سوال ۳۸ ثالثاً اعلام رکن اذان ہے اذان کا اس سے انسلاخ کیونکر ممکن ردالمحتار میں ہے۔ لایسمی اذانا شرعا لعدم الاعلام اصلاً۔

سوال ۳۹ رابعاً روح عمل اس کا مقصود ہے۔ شک نہیں کہ اذان خطبہ زمانہ رسالت میں اعلام کو تھی۔ اگر اذان اول کی زیادت سے صرف انصات کو رہ جاتی تو مقصود بدل جاتا تو امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شے زیادہ نہ فرمائی، بلکہ معاذ اللہ اصل سنت کو بدل ڈالا کہ اس کی صورت رہ گئی اور معنی فوت ہوئے یہ کیونکر معقول ہے

سوال نمبر ۴۰ خامساً بالغرض باطل یوں ہی سہی پھر کون سی دلیل شرعی ہے کہ انصات کی اذان داخل مسجد ہو۔ ھاتوا برھانکم اگر منبر کی آواز باہر تک جائے گی تو منبر در باہر کی منبر تک جائے گی۔ پھر وجہ تخصیص کیا اور اگر نہ جائے گی تو باہر ہی والے زیادہ محتاج انصات ہیں کہ اندر والے تو امام کا منبر پر جانا آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اپنی ہی عبارت منقولہ دیکھئے جسے ابن حجر نے بھی بعد حدوث اذان اول مسلم رکھا کہ لیعرف الناس بجلوس الامام علی المنبر فینصتون لوگوں کو معلوم ہو کہ امام منبر پر بیٹھا تو چپ رہیں اس کی حاجت اندر زیادہ ہے یا باہر۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ باہر ہی ہے نہ اندر۔ غرض ایسی بے معنی و بے حاصل بات ایک غیر حنفی سے نقل کر کے فقہ حنفی کی روشن تصریحوں کو اس سے رد کرتے ہوئے ایک حنفی عالم کو شرم چاہیے خصوصاً حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان عظیم تہدیدوں وعیدوں کے بعد ایک مجددی کو بس اور کیا کہوں سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو ہدایت دے۔ آمین

۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

تیسرا حصہ:

# بنام تاریخی سوالات قاہرہ اور زبر بینات

سوال ۴۱ پھر فتح باری کی ایک اور عبارت نقل کی کہ امیر المومنین نے پنجگانہ پر قیاس فرما کر اذان اول حادث فرمائی۔ اور روبروئے خطیب کی اذان باقی رکھی، کہیے اس سے کیا نکلا یہ جناب کی چوتھی بھرتی ہے۔

سوال ۴۲ نہیں نہیں یہ بھی نری بھرتی نہیں بلکہ الٹی مضر ہے۔ اگر یہ اذان اعلام کو نہ رہتی تو خود بصورت جمعہ زمانہ اقدس میں تھی کب باقی رہی۔

سوال ۴۳ پھر شرح مشکوۃ کی عبارت نقل کی کہ جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور اذان روبروے خطیب کی آواز سب اہل مدینہ کو نہ پہنچی یا جب لوگوں نے اول وقت سے حاضر ہو جانا ترک کر دیا۔ تو امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان اول زیادہ فرمائی۔ کہیے اس میں کیا ہے۔ کیا اندر باہر کا ذکر ہے۔ یہ جناب کی پانچویں بھرتی ہے۔ شاید یہ سمجھے ہوں کہ اندر ہی کی اذان ایسی ہو گی کہ سب شہر کو نہ پہنچے دروازہ کی بھی ایک اذان شہر بھر کو ہرگز نہ پہنچے گی۔ سرکار مدینہ طیبہ کی آبادی خود زمانہ رسالت میں دور دور تک تھی۔ خلاصہ امام سمہودی میں ہے

ومن تامل ما ذکرناہ فی الاصل من منازل القبائل من المہاجرین مع منازل قبائل الانصار علم عظیم سعتہا۔

سوال ۴۴ پھر اسی کی ایک طویل عبارت نقل کی جس میں اس کی بحث ہے کہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اذان ثانی جمعہ کا خطیب کے

سامنے ہی ہوتا سرے سے بدعت ہے ان کے نزدیک زمانہ اقدس میں یہ اذان بھی منارہ پر ہوتی تھی نہ محاذات خطیب ہیں امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں۔ ان السنۃ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی المنار کذلک کان علی عہد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم وابی بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

علامہ یوسف سقطی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح عشمادیہ میں فرماتے ہیں۔ الاذان الثانی کان علی المنار فی الزمن القدیم وفعلہ بین یدی الامام مکروہ کما نص علیہ البرذلی وقد نہی عنہ مالک وفعلہ علی المنار والامام جالس ہو المشروع اھ سکندری توضیح امام خلیل بن اسحاق سے مجموعہ امام ابن القاسم تلمیذ امام مالک وکافی امام ابوعمر یوسف مالکی کی عبارتیں عنقریب آتی ہیں۔ واقعی یہی وہ بات ہے جس پر اور علماء یہاں تک کہ خود بعض مالکیہ نے انکار فرمایا اور ثبوت دیا کہ زمانہ اقدس میں یہ اذان امام کے روبرو ہی ہوتی تھی نہ منارے پر اور اس کے ثبوت کو وہی حدیث ابن اسحاق پیش کی جو ہم نے اپنے فتوے میں لکھی اور بلاشبہہ یہ بات کہ زمانہ اقدس میں یہ اذان خطیب کے محاذات میں ہوتی تھی جو اس کا ثبوت حدیث سے دینا چاہیے اسے اسی حدیث ابن اسحٰق کا دامن تھامنا ضرور ہے اسے رد کر کے حدیث سے بین یدی کا ثبوت نہ ملے گا۔ اب اس کے بیان میں ائمہ کا کلام سنئے۔ امام ابوعمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار پھر امام خلیل شرح ابن الحاجب پھر امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ پھر علامہ محمد زرقانی شرح میں فرماتے ہیں۔

واللفظ لھذین رقال الشیخ خلیل اختلف النقل بل کان یؤذن بین یدی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم او علی

المنار الذی نقله اصحابنا انه کان علی المنار نقله ابن القاسم عن مالک فی المجموعة ونقل ابن عبد البر فی کافیه عن مالک ان الاذان بین یدی الامام لیس من الامر القدیم وقال غیره ای غیر مالک (هو اصل الاذان فی الجمعة وکذا نقل صاحب تهذیب الطالب) لعبد الحق او المازری وفی الاستذکار ان هذا اشتبه علی بعض اصحابنا فانکر ان یکون الاذان یوم الجمعة بین یدی الامام کان فی زمنه صلی اللہ تعالی علیه وسلم والی بکر وعمر قال وهذا قول من قل علمه بالاحادیث وکانه یعنی الداودی (ثم استشهد) فی الاستذکار (بحدیث السائب بن یزید المذکور) فی البخاری ثم قال وقد رفع الاشکال فیه ابن اسحٰق عن زهری عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلٰی اٰله وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة والی بکر وعمر اھ) کلام التوضیح اھ باختصار ملاحظہ ہو یہی وہ کلام ہے جس کا خلاصہ علی قاری نے لانا چاہا۔ یہاں اس اذان کو روبروئے امام مان کر مسجد کے اندر یا باہر ہونے کی بحث نہیں جسے ہمارے مسئلہ سے علاقہ ہو بلکہ اس کی بحث ہے کہ جمہور مالکیہ اس کے روبروئے امام ہونے ہی کو بدعت کہتے ہیں اس کا بھی منارہ ہی پر ہونا سنت جانتے ہیں اور اسی کو اپنے امام مذہب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ امام ابن عبد البر فرماتے ہیں یہ حدیث سے ناواقفی ہے۔

سائب بن یزید کی حدیث سے جس کی اصل صحیح بخاری میں ہے۔ ابن اسحاق نے اس کی روایت میں واضح کر دیا ہے کہ یہ اذان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وعلی آلہ وسلم وصدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں خطیب کی محاذات میں ہوتی تھی، انتہی۔ بس اتنی بات ہے اور اتنی بحث ہے مسجد کے اندر ہونے کا اس میں کونسا لفظ ہے۔ مالکیہ نے روبروئے امام ہونے کا خلاف کیا۔ محققین نے اس کا رد کیا چشم ماروشن دل ماشاد۔ ہم خود کہتے ہیں کہ روبروئے امام ہونا سنت ہے پھر کہیے اس میں ہمارا کیا خلاف ہے اور آپ کے ادعائے باطل کا کیا ثبوت ہوا۔ اذان ثانی مسجد میں ہوتی ہے یہی طریقہ مسنون ہے۔ اور اگر کسی نے اس کے خلاف کیا ہے تو اس کا علمائے محققین نے رد کیا ہے یہ علمائے محققین پر افترا ہوا یا نہیں۔

سوال ۴۵ طرفہ یہ کہ محققین کا یہ کلام ان کی یا اور علما کی کتابوں سے نقل نہ کیا جن میں اسے مقبول رکھا ہو نقل فرمایا تو مرقاۃ سے جس میں اسے صراحۃً رد کر دیا ہے اور لطف تر یہ کہ ساتھ ہی وہ رد بھی نقل کر دیا کہ "لیس فی روایۃ البخاری ما یقتضی شیٔ من ذالک" یعنی یہ جو ابن عبدالبر وغیرہ نے جمہور مالکیہ پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ اذان خطیب کی محاذات ہی میں ہوتی تھی۔ جیسا کہ حدیث بخاری کا مقتضی ہے۔ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں۔ بخاری کی روایت اصلا اسے مقتضی نہیں کہ اذان امام کے سامنے ہو۔ اب فرمایئے یہ الٹا مخالف سے استناد ہوا یا نہیں اگر کہیئے ہمیں محققین کے کلام سے کام ہے اگرچہ علی قاری نے اس کا رد کیا تو جناب اس رد کو کیوں نقل کر لائے۔ اگر کہیے یہ ہماری بھٹی بھرتی تھی تو جناب بھرتی تو لغو و بے علاقہ بات ہوتی ہے۔ یہ تو جناب کو مضر تھا جس کے حوالے سے کوئی کلام سند کو لائے اسی کے کلام میں اسی کا رد موجود ہو تو اس رد کو بچا جانا خیانت ہوتا اور نقل کر دینا خود اپنی بنا ڈھانا مگر یہ کہ رد کا رد کر دیتے اگر کہیے ہم نے علی قاری کے رد کی طرف اس لیے توجہ نہ کی کہ اتنے محققین کے مقابل تنہا ایک کی بات کیا

قابل التفات، تو جناب قاری کی اتنی بات کہ بخاری کی روایت امام کے سامنے اذان ہونے کی اصلاً مقتضی نہیں۔ یقیناً سچی ہے اور نہ مانیے تو اب آپ کسی حدیث بخاری سے ثبوت دیجئے کہ یہ اذان امام کے سامنے ہوتی۔ پھر حق بات کیوں ناقابل التفات۔ اگر کہیے یہاں علی قادری کو کلام محققین نقل کرنے میں سخت اشتباہ ہوا محققین نے یہ نہ فرمایا تھا کہ یہ حدیث بخاری کا مقتضی ہے بلکہ بخاری کا تو نرا پتا دیا تھا کہ اصل حدیث اس میں بھی ہے اور سند لائے تھے۔ روایت ابن اسحاق سے کہ اس نے امر واضح کر دیا ہے تو جناب اب ٹھکانے سے آگئے اور ظاہر ہو گیا کہ محققین نے روایت ابن اسحاق کو اپنی حجت بنایا ہے نہ کہ اس کا رد فرمایا ہو تو علی قادری کا فنازعه کثیرون منهم جماعة من المالكية میں حدیث ابن اسحاق کو داخل کرنا اسی سخت اشتباہ پر مبنی ہے۔ و الله الحمد

اگر کہیے ان کثیرون اور جماعت سے ہم باز آئے ہم نے فقط علی قاری کو علمائے محققین کہا ہے انہوں نے تو اس کا رد کیا ہے تو جناب یہ تو بعد کو عرض کروں گا کہ قاری نے کس کا رد کیا۔ کہاں رد کیا؟ اولاً اپنے لفظ یاد فرمایئے کہ "اگر کسی نے اس کا خلاف کیا ہے تو اس کا علمائے محققین نے رد کیا ہے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ امر مجمع علیہ ساری امت مرحومہ کا ہے۔ کیا ایک اکیلے قاری کا رد کرنا ساری امت مرحومہ کا اجماع ہو جائے گا۔ تنہا قاری اگر علمائے محققین ہو گئے تو ساری امت مرحومہ تو نہ ہو جائیں گے۔

سوال ۲۲ ثانیاً قاری نے پہلے وہ قول نقل کیا کہ جمہور ائمہ مالکیہ اور خود امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ پھر کثیرین سے اس میں منازعت نقل کی، پھر اسی منازعت کا رد کیا۔ پھر ایک احتمالی طور پر دونوں قولوں میں تطبیق پیدا کی کہ شاید یوں ہو تو انہوں نے صراحۃً ان کثیرین کا رد کیا جو بین یدی کے قائل تھے نہ کہ امام مالک و مالکیہ کا جو منارہ پر ہونا مانتے ہیں، کیا آپ اسی کو امت مرحومہ کا

مجمع علیہ مانتے ہیں کہ اذان ثانی امام کے سامنے نہ ہو بلکہ منارہ پہ۔ رہی تطبیق وہ دونوں قولوں کے خلاف پر امت مرحومہ کا اجماع ہے یعنی نہ منارہ پہ نہ امام کے سامنے بلکہ زمین پر امام کے پیچھے۔

سوال ۴۷ ثالثاً یمکن کہہ کہ ایک احتمالی بات پیدا کرنا کیا کوئی حکم ہوتا ہے اجماع حکم پر ہوتا ہے یا کسی مشکوک بات پر۔ اجماع درکنار۔ کیا امکان و احتمال سے کسی سنت کا ثبوت ہو سکتا ہے۔

سوال ۴۸ رابعاً قاری کی تطبیق اول تک تو بحمد اللہ تعالیٰ بالکل مطلع صاف ہو گیا۔ اور بعد کی نرمی بے سند تطبیق کہ ممکن کہ زمانہ رسالت میں درِ مسجد پر اذانِ بلال مجرد اعلام ہو لِلّٰہ انصاف کتنی بے اصل و ناقابل قبول اور جملہ ائمہ و علماء و شراح حدیث و روایت سیر سے ایک نئی راہ متروک و مخذول ہے اولاً تمام احادیث و علماء بالاتفاق ناطق ہیں کہ زمانہ رسالت میں روز جمعہ یہی ایک ندا تھی کہ وقت جلوس خطیب ہوتی۔ اس بے معنی احتمال نے اسے اذان ہی نہ رکھا نرا کوئی اعلام کر دیا تو حاصل یہ ہوا کہ زمانہ رسالت میں جمعہ کی اذان ہوتی ہی نہ تھی۔ مولنا اسے خلافِ اجماعِ امتِ مرحومہ کہیے۔ ثانیاً بالغرض باطل سو اعلام اذان سے پہلے مانیے مگر یہ جو وقت منبر تھی یہ تو باجماع امت مرحومہ اذان تھی۔ محققین نے جس روایت ابن اسحاق سے استدلال فرمایا توضیح سے اس کی عبارت سن چکے کہ اذا جلس علی المنبر اس اذان کو مجرد اعلام سے تاویل کرنا کس درجہ باطل صریح و خلاف اجماع ہے ثالثاً اعلام عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما قبل اذان خطبہ تھا۔ اس کے بعد اذان یہاں جب اذان خطبہ ہی محض اعلام ٹھہری تو یہ اس کی اصل کیونکر ہوئی۔ امیر المومنین نے اعلام سابق کو اپنا احداث بتایا اس طور پر تو خود اذانِ خطبہ ہی کو احداث کہنا تھا۔

رالعگا۔ جب اعلام زمانہ رسالت میں تھا تو احداث فاروق کیونکر
ہوا، اس کے بنانے کو علی قاری ایک اور امکان و احتمال نکالتے ہیں جسے آپ
نے چھوڑ دیا کہ لعله ترك ایام الصدیق او اواخر زمنه صلی الله
تعالیٰ علیه وعلیٰ اٰله وسلم ایضًا فلهذا اسماه عمر بدعة
یعنی شاید یہ اعلام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں متروک ہو گیا یا خود
آخر زمانہ رسالت میں بھی چھوٹ گیا ہو۔ اس لیے فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
اسے بدعت کہا۔ پہلے تو اذان خطبہ کو اعلام بنایا تھا اب وہ بھی گیا۔ ویسے ہی
جمعہ پڑھ لیتے تھے۔ حالانکہ وہ حدیث جس میں یہ تاویلات کی جارہی ہیں زمانہ
رسالت و زمانہ صدیق و زمانہ فاروق سب میں وقت خطبہ اس کی تصریح فرمادی
ہے خطبہ کے وقت کی ندا ہرگز متروک نہ ہوئی، بات یہ ہے کہ علی قاری کو اس
وقت نہ کلام محققین بلفظ محفوظ تھا نہ یہی یاد تھا کہ وہ خود روایت ابن اسحاق
سے سند لائے ہیں نہ وہ حدیث ہی پیش نظر تھی جس پر کلام کر رہے ہیں۔
ورنہ ہرگز نہ محققین سے وہ نقل کرتے کہ یہ حدیث بخاری کا مقتضی ہے۔ نہ
ان پر اعتراض کرتے کہ ایسا نہیں نہ اذان خطبہ کو نرا اعلام ٹھہراتے نہ اسے
زمانہ صدیق یا زمانہ رسالت میں بھی متروک بتلاتے نہ روایت ابن اسحٰق سند محققین
میں تزاع محققین بتاتے۔ روشن ہے کہ یہ سب باتیں محض بے منشا و خلاف
واقع ہیں۔ قاری نے یاد پر یہ بحث لکھی کلام محققین میں جو حدیث کی اصل
صحیح بخاری میں ہونا بتایا۔ اور روایت ابن اسحاق سے استناد فرمایا یہ یاد رہا
کہ خود روایت بخاری سے استناد کیا اور روایت ابن اسحٰق سے فقط دروازہ
کا لفظ یاد رہا نہ اذا جلس علی المنبر خیال رہا کہ اذان خطبہ کو اعلام نہ
کہتے نہ لفظ او ابی بکر و عمر کہ زمانہ صدیق بلکہ زمانہ رسالت میں بھی اذان

خطبہ متروک نہ بتاتے۔ ظاہر ہے کہ ایسے کلام سے استناد محض باطل و خرط القتاد اسی لیے تو حدیث میں لا تکن امتعۃ ارشاد ہوا

سوال ۴۹۔ سب جانے دیجئے پھر اس عبارت فارسی میں کون سا لفظ ہے کہ مسجد کے اندر اذان ہو یا زمانہ رسالت و خلافت میں مسجد کے اندر ہوتی تھی عبارت بھر میں فی المسجد کا کہیں حرف بھی تو نہیں۔ فی جوف المسجد وغیرہ تو بڑی بات ہے صرف اتنا کہ وہ ایک احتمال نکالتے ہیں کہ پہلے علی الباب ہوتی ہو پھر بین یدیہ یہ بھی ان کے صریح ذہول بھول بھول پر مبنی ہے۔ یہی روایت ابن اسحاق مروی سنن ابی داؤد یاد ہوتی تو دیکھتے کہ ایک ہی وقت میں بین یدیہ بھی ہے اور علی باب المسجد بھی پھر حدیث کتاب صحاح کا اثر مقبر ہوگا یا ایک متاخر عالم کی بھول۔ یہاں تو کسی حکم کی بھی بحث نہیں جس میں آپ بادعائے تقلید ایک متاخر عالم کی پیروی میں حدیث صحیح کو رد کر دیں۔ یہاں تو واقعہ کی بحث ہے کہ زمانہ رسالت میں اذان کہاں ہوتی تھی۔ اس کا بتلانے والا حدیث کے سوا کیا ہوگا۔ پھر ایک تمحیل بے اصل کی بنا پر حدیث ثابت جو واقعہ بتا رہی ہے کیونکر رد ہو سکتی ہے۔

سوال نمبر ۵۰ آپ مستدل ہیں۔ تعین مفید و رفیع جملہ احتمالات خلاف کا بار آپ پر ہے۔ علی قاری کی عبارت میں کہاں ہے کہ دروازہ محاذی پر اذان ہو تو بین یدیہ نہ ہوگی یا خاص جوف مسجد کے اندر نہ ہو تو بین یدیہ نہ ہوگی یہ تو قطعاً یقیناً معلوم و متیقن کہ علی قاری یہاں جس حدیث پر بحث کر رہے ہیں۔ اس میں ذہول کئے ہوئے ہیں۔ تو یہ ایک جدا بات ہے کہ زمانہ انور میں مسجد اطہر میں شمالی دروازہ بھی تھا اگر خیال میں نہ ہو کیا دشوار ہے ان کے زمانہ سے تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے مسجد کریم میں کوئی شمالی دروازہ نہ رہا تھا۔ وہاں لوگوں کے مکان

بن گئے تھے۔ کما فی خلاصۃ الوفاء لہٰذا دروازے سے غربی وشرقی دروازوں کی طرف ذہن گیا اور شک نہیں کہ ان دروازوں کی طرف ذہن گیا اور شک نہیں کہ ان دروازوں پر اذان ہو تو ہرگز بین یدی الخطیب نہ ہوگی ناچار روایت ابن اسحٰق جس سے محققین سند لائے تھے خود اسی کو ان کی منازعت میں شامل کر دیا۔ اور اب دروازے کے لیے آپ ہی تاویلوں کا دروازہ کھولنا پڑا کہ محاذات فوت ہو کر مالکیہ کا مذہب ثابت ہوا جاتا ہے۔ کذٰلک یریکم اللہ آیاتہ فی الآفاق وفی انفسکم افلا تبصرون۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق۔

سوال ۱۵: انصاف پر آیئے تو علی قاری کے اشتباہ کا جو منشا ہم نے احتمالاً بیان کیا خواہی نہ خواہی ماننا ہی پڑے گا کہ وہ اگرچہ عربی نہ تھے ہراۃ کے ساکن تھے مگر آخر عالم متبحر تھے، مکہ معظمہ کے مجاور تھے۔ آج کل کے دو چار ہندیوں کی طرح نہ تھے کہ صحابی اہل زبان کا ارشاد سنتے جائیں کہ اذان دروازہ مسجد پر بین یدیہ تھی اور ہٹ دھرمی سے کہے جائیں کہ دروازہ محاذی پر ہوگی تو بین یدیہ نہ ہوگی۔ صحابی اہل زبان درکنار خود قرآن عظیم کے محاورات کریمہ سنتے جائیں اور پھر وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہ جب تک امام کی گود میں چڑھ کر نہ ہو بین یدیہ نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی صاحب علی قاری کو بھی ایسا ہی سا بنانا چاہیں جس سے علی قاری منزہ بیزار ہیں تو فرمایئے کہ صحابی اہل زبان کا ارشاد معتبر ہے یا ایک قریب زمانہ کے عالم کا۔ نہیں نہیں یہ بتائیں کہ قرآن عظیم کے محاورات صحیح ہیں یا گیارہویں صدی کی ایک عجمی سمجھ۔ غرض زمین سے آسمان تک اٹھیے ہرگز ہرگز حدیث کا یہ ارشاد مٹ نہیں سکتا کہ اذان دروازہ مسجد پر بین یدیہ تھی۔ والحمد للہ رب العٰلمین

سوال ۵۲۔ اب بھی جناب پر روشن ہوا یا نہیں کہ اب تک جتنی عبارتیں لائے سب بے کار و دور از کار تھیں۔ اور دو شرح کتب حدیث کا بھیجا چھوڑ کر جو ہدایہ کی عبارت لکھی یہ جناب کی ساتویں بھرتی ہوئی۔ اور در مختار کی عبارت آٹھویں بھرتی کہ ان میں وہی بین یدیہ ہے کہ نہ آپ کو مفید نہ ہمارے خلاف اور اسی پر کنز کا حوالہ نویں بھرتی۔ عالمگیری کا نام لینا دسویں بھرتی۔ پھر اس پر شروح اور اس پر بھی وغیرہ کا حوالہ یہ خدا جانے کتنی بھرتیوں کے پلیٹن رسالے۔

سوال ۵۳ ذرا دیکھنا شروح کنز میں بحر تو نہیں کیا بحر میں وہ صریح تصریح نہیں کہ لا یؤذن فی المسجد مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

سوال ۵۴ ذرا دیکھنا کہیں عالمگیری میں بھی یہی الفاظ نہ نکل آئیں کہ لا یؤذن فی المسجد۔ مسجد میں اذان منع ہے اب تو یہ حوالے اور الٹے پڑے

مولنا فتوی یوں نہیں لکھا جاتا۔ ہمارا آپ کا دوستانہ ہے پہلے آپس میں سمجھ لیتے تو یہ دن کیوں دیکھتے اب بھی کیا گیا ہے۔ صبح کو بھولا شام کو آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے ؎

غصہ جلنے دو آؤ مل جاؤ ۔۔۔ سنی آپس میں سب برادر ہیں
نجدیوں کو سقر میں جانے دو ۔۔۔ دشمن مصطفیٰ ہیں اکفر ہیں
انکو شیطاں کا خبث طیب ہے ۔۔۔ کفر کی ظلمتیں منور ، ہیں
ان سے اور مسئلہ سے کیا نسبت ۔۔۔ وہ تو اسلام ہی سے باہر ہیں

نسائل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۲۶۔ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ